مرثیہ درحالِ حضرتِ ابوالفضل العباسؑ

(بند۹۶ر)

انیس العصر سید ابن الحسینؑ مہدی نظمیؔ اجتہادی

(۱)

تسلیم کے صدف سے وفا کا گہر ملا
مشکل کشا کو اپنی دعا کا ثمر ملا
حق سے وزیرِ سبطِ شہ . ِ . ِ بحر و بر ملا
چشمِ ابوتراب کو نورِ نظر ملا
خورشید جزوِ جوہرِ الماس بن گیا
سایہ علیؑ کا پیکرِ عباسؑ بن گیا

(۲)

جس کی رگوں میں خون ہے ام البنینؑ کا
اندازِ حرب وضرب میں ہے فخرِ مرتضی ٰ ٰ ِ
کرب و بلا میں سبطِ پیمبرؐ کا آسرا
مثلِ علیؑ ہے آج علمدارؑ با وفا
جو خاندانِ شیر الٰہی میں فرد ہے
ہیبت سے جس کی شمر کا چہرہ بھی زرد ہے

(۳)

حشمت وہی ، جلال وہی ، دبدبہ وہی
تیور وہی ، امنگ وہی ، حوصلہ وہی
دانش وہی ، نظر وہی ، فکرِ رسا وہی
منزل وہی ، مراد وہی ، راستہ وہی
کاندھے پہ یوں ہے پرچمِ سرورؑ لئے ہوئے
جیسے علم رسولؐ کا حیدرؑ لئے ہوئے

(۴)

دلبند تھا جو فاتحِ بدر و حنین کا
جو تھا وزیر ، بادشہِ مشرقین کا
جو پاسباں تھا تاجورِ مغربین کا
جو باب تھا مدینۂ صبرِ حسینؑ کا
دانش ملی تھی وارثِ علمِ رسولؐ سے
جیسے شمیم پھول کو ملتی ہے پھول سے

(۵)

تاریخ ، کربلا کی کہانی علیؑ کی ہے
مہرِ وفا میں جلوہ فشانی علیؑ کی ہے
صبرِ دلِ حسینؑ نشانی علیؑ کی ہے
عباسؑ کا شباب جوانی علیؑ کی ہے
حیدرؑ کا خوں رواں ہے دلِ نورِ عینؑ میں
عباسؑ میں علیؑ ہے علیؑ ہے حسینؑ میں

(۶)

دامن شمیمِ گل کا کلی سے ملا ہوا
سرِّ حجاب ، حرفِ جلی سے ملا ہوا
حق کا نشان ، حق کے ولی سے ملا ہوا
قرآن کا شعور ، علیؑ سے ملا ہوا
عزمِ جہاد پایا تھا دلدل سوار سے
جو کھیل کر جوان ہوا ذوالفقار سے

(۷)

پاسِ وفا میں فرد ، شجاعت میں معتبر
کوہِ گراں ثبات میں ، طاقت میں شیرِ نر
ہیبت تھی جس کی لشکرِ ابنِ زیاد پر
اٹھتی نہ تھی حسینؑ کی جانب کوئی نظر
کوفہ میں اضطراب تھا ہلچل تھی شام میں
وہ شاہِ لافتیٰ تھا سپاہِ امامؑ میں

(۸)

عبّاس ، نقشِ سیرتِ سلطانِ مشرقین
عبّاس ، دستِ بازوئے مولائے مغربین
عبّاس ، تشنگی میں سکینہؑ کے دل کا چین
عبّاس ، میرِ کرب و بلا ، دوسرا حسینؑ
تپ کر وفا کی آگ میں اکسیر بن گیا
یوں کھپ گیا امامؑ کی تصویر بن گیا

(۹)

وہ ذات جس میں پرتوِ مولائے کائنات
جس میں علیؑ کا علم ہے سبطینؑ کے صفات
جس کی نظر میں رازِ پسِ پردۂ حیات
کوثر تھا جس کے سامنے در ساحلِ فرات
جس نے وفا میں ڈھال کے صبر و ثبات کو
دستِ اجل سے چھین لیا ہے حیات کو

(۱۰)

بحر العلوم گوہرِ احساس دے گیا
درک و تمیزِ شیشہ و الماس دے گیا
قرآن کے حروف کو قرطاس دے گیا
مشکل کشا حسینؑ کو عبّاس دے گیا
قلبِ وفا کو جذبۂ ایثار مل گیا
سلطانِ کربلاؑ کو علمدار مل گیا

(۱۱)

عباس مرتضی کے تجمل کا آئینہ
ایثار و صبر و شکر و تحمل کا آئینہ
بادِ بہار جیسے رخِ گل کا آئینہ
الحمد ، جیسے جز ہے مگر کل کا آئینہ
ضو علم و آگہی کی ہے تابش ولی کی ہے
عبّاس آئینہ ہے ، تجلی علیؑ کی ہے

(۱۲)

آئی نہ آنچ آتشِ غم کی ثبات پر
جس کی وفا کا نقش ہے آبِ فرات پر
شیرِ خدا کو ناز رہا جس کی ذات پر
بیعت ہوئی تھی تیغ خدا جس کے ہات پر
دی داد تشنہ کام کو حق کے شعار نے
دستِ وفا کو چوم لیا ذوالفقار نے

(۱۳)

گوہر دلیلِ تابشِ چشمِ صدف بنا
ایسا خلف جو موجبِ شانِ سلف بنا
اہلِ شرف میں صاحبِ عز و شرف بنا
جو افتخارِ آلِ امیرِ نجف بنا
روشن دماغ و فکر و نگاہ و ضمیر تھا
جو کربلا میں مثلِ جنابِ امیرؑ تھا

(۱۴)

حیدرؑ سے جس کو علم ملا کائنات کا
دیکھا تھا جس نے حسن نگارِ حیات کا
پرتو تھا جس میں نفسِ خدا کے صفات کا
سر تا قدم تھا آئینہ صبر و ثبات کا
حرفِ وفا کی دہر میں تفسیر کے لئے
پیدا ہوا تھا نصرتِ شبیرؑ کے لئے

(۱۵)

تاجِ شرف میں حق کا نگینہ جڑا ہوا
جو مرتضیٰ
سینہ سپر امامؑ کا بن کر کھڑا ہوا
جس کا علم ہے ارضِ وفا پر گڑا ہوا
لوحِ مزار ، نقش ہے صبر و ثبات کا
اب بھی ہے جس کے قبضہ میں ساحل فرات کا

(۱۶)

فکر و نظر کو بازوئے پرواز مل گیا
جلوہ طرازِ پردہ گہِ ناز مل گیا
تشنہ جگر کو ساغرِ اعجاز مل گیا
پایا علم تو باپ کا اعزاز مل گیا
مشکیزۂ سکینۂ تشنہ جگر لیا
پیاسے نے ایک چلو میں دریا کو بھر لیا

(۱۷)

وحدت کی لو میں عالمِ کثرت کو دیکھئے
ذرے میں کائنات کی وسعت کو دیکھئے
آنسو میں آبنائے محبت کو دیکھئے
عباسؑ میں حسینؑ کی صورت کو دیکھئے
خونِ ابوترابؑ کی تاثیر ایک ہے
جس آئینہ میں دیکھئے تصویر ایک ہے

(۱۸)

چہرہ علیؑ کے چہرۂ انوار کی طرح
بیدار روح ، طالعِ بیدار کی طرح
بازو جری کے جعفرِ طیّار کی طرح
شمشیر زن تھا حیدرِؑ کرار کی طرح
زینبؑ کا صبر سرورِ عالی کی شان تھی
وہ ایک ذات جس میں بہترؑ کی جان تھی

(۱۹)

عبّاس آفتاب ، علی کبیر کا
پرتو شریکِ نورِ سراجِ منیر کا
جلوہ شعور و فکرِ جنابِ امیرؑ کا
دانائی بادشہ کی ، تدبر وزیر کا
ایمان ، موجِ گرمئ احساس بن گیا
قرآن ڈھل کے صورتِ عبّاس بن گیا

(۲۰)

جو آبروئے فاتحِ بدر و حنین تھا
جو زیب و زینِ بزمِ شہِؑ مشرقین تھا
کلثومؑ کا قرار تھا زینبؑ کا چین تھا
کردار میں حسنؑ تھا عمل میں حسینؑ تھا
جو فاطمہؑ کے خانۂ عصمت کی شان ہے
پاکیزگی کی روح ، طہارت کی جان ہے

(۲۱)

حیراں ہو ناطقہ تو کوئی تجھ کو کیا کہے
پرتو کہے چراغ کہے آئینہ کہے
قبلہ کہے کہ قبلۂ حاجت روا کہے
تجھ کو بھی دیکھ لے تو نصیری خدا کہے
تو نے تہی سبوئے وفا خوں سے بھر دیا
دینِ نبیؐ کو زندۂ جاوید کر دیا

(۲۲)

رنگیں نوائے نغمۂ اثباتِ لاالہ
نورِ نگاہِ عرش سرِ پردۂ نگاہ
اقلیمِ معرفت کا وہ سلطانِ کج کلاہ
دیکھی تھی جس نے چار اماموںؑ کی بارگاہ
بیٹا علیؑ کا بھائی حسینؑ و حسنؑ کا تھا
عمِ عزیز ، عابدِؑ تشنہ دہن کا تھا

(۲۳)

وہ خانہ زادِ خُلقِ مجسم کی آبرو
تہذیبِ بادشاہِ دو عالم کی آبرو
تعلیمِ دینِ مرسلِؐ اعظم کی آبرو
باطل شکن حسینؑ کے پرچم کی آبرو
ام البنینؑ و حیدر ... صفدر کا افتخار
بنتِ حبیبِ داورِ محشرؐ کا افتخار

(۲۴)

وہ پاسبانِ صدق و وفا زینتِ سپاہ
سقائے اہلبیتؑ و علمدارِ فوج شاہ
مولائے کائناتؑ کا دلبندِ کج کلاہ
کرسی نشینِ مجلسِ سلطانِ حق پناہ
کرب و بلا کے مکتبِ ایثار کی کتاب
قرآن میں ڈھلے ہوئے کردار کی کتاب

(۲۵)

ذکرِ نماز و سجدہ ، امیرِ حرم سے ہے
اسلام کا وجود ، شہیدِ ستم سے ہے
صبر و وفا کی آبرو ، تیرے قدم سے ہے
زینت امام باڑوں کی مشک وعلم سے ہے
انسان کو وفا کے معانی بتا گیا
تیرا نشان سارے زمانے پہ چھا گیا

(۲۶)

کثرت سرِ فرات تھی افواجِ شام کی
پیاسی تھی آل رن میں شہِ تشنہ کام کی
پائی پئے وغا نہ اجازت امامؑ کی
یہ تھی اگر لڑائی تو بس ایک جام کی
وہ العطش کے شور سے بیتاب ہو گیا
دل تشنہ لب کا ماہیٔ بے آب ہو گیا

(۲۷)

میدانِ جنگ گرم ہے تلوار پاس ہے
دل ضبطِ جوش جنگ سے لیکن اداس ہے
تیروں سے چاک سرورؑ دیں کا لباس ہے
پھر بھی ہے چپ کہ شہؑ کا طبیعت شناس ہے
نظروں سے التماس ہے اذنِ وغا ملے
میری مراد اے مرے حاجت روا ملے

(۲۸)

بولا قریب آکے ادب سے کہ اے امامؑ
تشنہ جگر سکینہؑ ہے بچے ہیں تشنہ کام
خواہر نے مجھ کو بھیجا ہے خیمہ سے یہ پیام
عباسؑ ہو سکے تو کرو اتنا اہتمام
دریا سے ایک جام ہی مل جائے آب کا
تونسا ہوا ہے پیاس سے بچہ ربابؑ کا

(۲۹)

شبیرؑ نے نظر کو اٹھا کر جھکا لیا
پھر غم نے امتحانِ شہؑ کربلا لیا
دھڑکن بڑھی تو بھائی کو دل سے لگا لیا
یعنی متاعِ صبر کا پھر جائزہ لیا
فرمایا جا کے مشکِ سکینہؑ سے لایئے
پانی سپاہ دے دے تو دریا سے لایئے

(۳۰)

تسلیم کر کے جانبِ خیمہ جری چلا
مشکیزہ لینے بازوئے سبطِ نبیؐ چلا
عزم و ثبات و صبر کا نقشِ جلی چلا
بولی قضا کہ حسنِ رخِ زندگی چلا
یہ ہے کمالِ صبر شہِ مشرقین کا
جاتا ہے تن سے چھوٹ کے سایہ حسینؑ کا

(۳۱)

خواہر سے مشک مانگ کے بولا وہ خوش خصال
موجودگی میں نہر کے پانی کا اتنا کال
بیتاب ہے سکینہ تو بیشیر ہے نڈھال
آتی ہے مجھ کو شرم کہ پیاسے ہیں شہؑ کے لال
دشمن کی فوج مجھ کو بھی پہچان جائے گی
دریا سے آب آئے گا یا جان جائے گی

(۳۲)

بولی بہن کہ آپ کے انداز کی قسم
بابا کے علمِ سینۂ اعجاز کی قسم
روزِ ازل حیات کے آغاز کی قسم
ہنگامِ حشر صور کی آواز کی قسم
میں نے سنی ہے آج کی روداد باپ سے
بھائی یہ آخری ہے ملاقات آپ سے

(۳۳)

زینبؑ نے واقعہ کیا بچپن کا پھر بیاں
فرمایا ایک روز شہنشاہ دو جہاں
شانوں کو میرے چوم کے بولے کہ میری جاں
جکڑیں گے اہلِ کیں انہی شانوں میں ریسماں
قرآن کے عدو تری چادر کو لوٹ کے
قیدی تجھے بنائیں گے گھر بھر کو لوٹ کے

(۳۴)

یہ سن کے بابا جان سے پھر میں نے یہ کہا
اے شاکر رضائے خدا ، نفسِ مصطفیٰؐ
اے میرے بابا جان کہا آپ نے یہ کیا
ہوتا ہے ایک بھائی تو لٹتی نہیں ردا
فضل خدا سے میرے تو اٹھارہ بھائی ہیں
مشفق ہیں ،غمگسار ہیں ، میرے فدائی ہیں

(۳۵)

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بابا نے پھر کہا
اے میری لاڈلی سرِ صحرائے کربلا
خنجر سے کاٹا جائے گا شبیرؑ کا گلا
خیمے میں تیرے آگ لگا دیں گے اشقیا
تن ٹکڑے ٹکڑے ہوگا مرے نور عین کا
عاشور کو لٹے گا گھرانا حسینؑ کا

(۳۶)

یہ کہہ کے اشک بار ہوئی شاہؑ کی بہنؑ
بولی کہ دیکھتی ہوں اجڑتا ہوا چمن
محصور ہے سپاہِ جفا گر میں بے وطن
بجھنے کو ہے حیاتِ چراغِ شہِؑ زمن
زینبؑ سے اب حسینؑ کے چھٹنے کا وقت ہے
اہلِ حرم کی چادریں لٹنے کا وقت ہے

(۳۷)

سمجھے ہوئے تمام نتیجے لڑائی کے
زینبؑ نے مشک باندھ دی پرچم میں بھائی کے
تقدیر سے وہ شکوے غمِ نارسائی کے
آنسو ابل ابل پڑے دردِ جدائی کے
فرمایا جاؤ وقت نہیں آج دیر کا
دریا کو انتظار ہے حیدرؑ کے شیر کا

(۳۸)

مشک و علم لئے ہوئے شیر جری چلا
آئینہ دارِ مقصدِ سبط نبیؐ چلا
پیمانہ بھرنے سوزِ غمِ تشنگی چلا
پرچھائیں رن میں یوں چلی جیسے علیؑ چلا
عباسؑ رن میں سبطِ پیمبرؐ کی ڈھال ہے
لشکر پکار اٹھا کہ حیدرؑ کا لال ہے

(۳۹)

پیکر وہی جمال وہی دلکشی وہی
صورت وہی ضمیر وہی روشنی وہی
دانش وہی شعور وہی آگہی وہی
نصرت وہی حسام وہی یاوری وہی
بھر پور حملہ حیدرؑ کرار کی طرح
لشکر میں گھومنے لگا تلوار کی طرح

(۴۰)

ٹھوکر سے کوئی مر گیا تلوار سے کوئی
تھرا کے سہا تیغ کی جھنکار سے کوئی
ٹکرا کے بن میں گر پڑا اشجار سے کوئی
پامال ہو کے رہ گیا رہوار سے کوئی
بھاگا سپر سے منھ کو کوئی ڈھانپتا ہوا
کوئی زمیں پہ بیٹھ گیا ہانپتا ہوا

(۴۱)

کوئی تھا ہوش باختہ کشتوں کے ڈھیر سے
کوئی شجر کی آڑ میں بیٹھا تھا دیر سے
کوئی فرار ہو کے چلا ایر پھیر سے
کوئی نظر بچا کے نکلتا تھا شیر سے
سہمی تھی فوج تیغِ علمدار دیکھ کر
ہلچل پڑی تھی موت کا بازار دیکھ کر

(۴۲)

تھی قبضۂ جری میں وہ شمشیرِ آبدار
جو تھی برائے نصرتِ محبوبِ کردگار
قہرِ نگاہ حق نے بنائی تھی جس کی دھار
رکھا تھا جس کا نام مشیت نے ذوالفقار
چاہے جری تو دشت کو کشتوں سے پاٹ دے
نسلِ امیرِ شام کے رشتے کو کاٹ دے

(۴۳)

وہ تیغ جس کو ناخنِ شیرِ ژیاں کہیں
وہ تیغ جس کو ابروئے حورِ جناں کہیں
وہ تیغ جس کو شعلۂ برقِ تپاں کہیں
وہ تیغ جس کو قوس کہیں کہکشاں کہیں
وہ تیغ جس کے خم میں کشش تھی ہلال کی
جھنکار جیسے گونج اذانِ بلال کی

(۴۴)

خیرالبشر کے دین کی وہ پاسبان تھی
حق العباد و عدل و وفا کا نشان تھی
قرآں کی آبرو تھی پیمبرؐ کی شان تھی
وہ تیغ جو خدا کے سپاہی کی جان تھی
مشکل کشا کی ہم دم و دمساز بن گئی
وہ تیغ جو رسولؐ کی آواز بن گئی

(۴۵)

ہر بولہب کے واسطہ سفاک ہو گئی
وہ پاسبانِ صاحبِ لولاک ہو گئی
مرحب کا خون چاٹ کے بیباک ہوگئی
خندق میں اتنی دھوئی گئی پاک ہو گئی
پاتی تھی حکم بزمِ رسالتؐ پناہ سے
اتری تھی جو زمین پہ امرِ اللہ سے

(۴۶)

چلتی تھی امرِ حق سے شہؑ لا فتیٰ کی تیغ
تھی فتنہ و فساد کی دشمن خدا کی تیغ
رکتی نہ تھی کسی سے بنِ مرتضیٰ۔۔۔ کی تیغ
عباسؑ کا وہ ہاتھ وہ مشکل کشا کی تیغ
شیرازۂ سپاہ کے ڈورے کو کاٹ کے
آخر کو شیر آگیا نزدیک گھاٹ کے

(۴۷)

اشعار میں رجز کے شجاعت کی شان تھی
آلِ عباؑ کی رفعت و عظمت کی شان تھی
مشکلکشا کے زورِ خطابت کی شان تھی
قرآن کے بیانِ فصاحت کی شان تھی
بولے ، امامِ عصر شہِ مشرقین ہیں
اللہ کے رسولؐ کے نائب حسینؑ ہیں

(۴۸)

پہچان لو بتولؑ کا دلبر حسینؑ ہے
نورِ نگاہِ ساقئ کوثر حسینؑ ہے
جانِ حبیبِ خالقِ اکبر حسینؑ ہے
واللہ یادگارِ پیمبرؐ حسینؑ ہے
پہچان لو غلام ہوں جانِ بتولؑ کا
میرا علم نشان ہے دینِ رسولؐ کا

(۴۹)

سبطِ نبیؐ ہے عدل و مساوات کا وکیل
سبطِ نبیؐ ہے حاملِ جذبِ دلِ خلیل
سبطِ نبیؐ ہے مالکِ تسنیم و سلسبیل
سبطِ نبیؐ ہے محفلِ کونین میں جلیل
گمراہ ہوگے بابِ نبوت کو چھوڑ کر
بھٹکو گے تم رسولؐ کی عترت کو چھوڑ کر

(۵۰)

کیوں دشمنی ہے سبطِ رسولِ انام سے
رکھتے ہو کیوں عناد، شہ خاص و عام سے
ڈرتے رہو عذابِ الٰہی کے نام سے
طوفانِ نوحؑ اٹھے گا خونِ امامؑ سے
امواجِ خوں میں ہر در و دیوار ڈوب جائے
ایسا نہ ہو یزید کی سرکار ڈوب جائے

(۵۱)

اب بھی ہے وقت جور و ستم سے الگ رہو
الزامِ خونِ شاہ امم سے الگ رہو
رنج و ملال و آتشِ غم سے الگ رہو
گرمئ قہرِ ربِّ حرم سے الگ رہو
ابنِ زیاد ، پیکرِ فسق و فجور ہے
زہراؑ کا لال قلبِ پیمبرؐ کا نور ہے

(۵۲)

وہ تذکرہ حسینؑ کا ہر گام ہر نفس
گرمئ خوں سے بڑھ گیا تیغِ علیؑ کا کس
مثلِ گیاہ کٹتے تھے پروردۂ ہوس
کہتی تھی فوج بس بنِ شیرِ الٰہ بس
کتنے ہی مارے خوف کے جاں سے گذر گئے
کتنے ہی ٹھوکروں سے غضنفر کی مر گئے

(۵۳)

کٹتے ہوئے وہ خود وہ اڑتے ہوئے شرار
ملتی ہوئی فرات کے پانی سے خوں کی دھار
ہیبت سے کانپتے ہوئے میداں میں بدشعار
مثلِ عقاب اڑتا ہوا رن میں راہوار
مرکب کا حسن آہوئے تاتار سے سوا
رفتار ، جو نگاہ کی رفتار سے سوا

(۵۴)

گردش وفا کے خوں کی تنِ راہوار میں
کھنچتی ہوئی لجام کفِ اعتبار میں
وہ تیزگام فوجِ ستم کے حصار میں
جیسے عروسِ حجلۂ گل ، خارزار میں
چلتا تھا یوں نکل کے حصارِ سپاہ سے
جیسے کرن گذرتی ہے ابرِ سیاہ سے

(۵۵)

وہ جنگِ میرِ شام ، شہ یِ یِ کائنات سے
دریا کو گھیر رکھا تھا دشمن نے گھات سے
پیاسی تھی فوج، حیدر صفدر کی رات سے
یونہی حسینؑ لائے تھے پانی فرات سے
حیدرؑ کے سب نگینے تھے الماس کی طرح
صفین میں حسینؑ تھے عباسؑ کی طرح

(۵۶)

آیا سرِ فرات وہ شبیرؑ کا علم
دریا نے چوم چوم لئے شیر کے قدم
بولا سپاہِ ظلم سے وہ پیکرِ حشم
دیکھو ہے کون نہر کا مختار ، تم کہ ہم
جامِ غرور ٹوٹ گیا میرِ شام کا
دریا پہ اختیار ہے ہر تشنہ کام کا

(۵۷)

وہ تشنگی کی آگ وہ رخسار زرد سے
آنکھوں میں اشک شدتِ احساسِ درد سے
رخ کو جری نے صاف کیا رن کی گرد سے
کھولی علم سے مشک ، بھری آبِ سرد سے
کھنچ آئے کائنات وفا جیسے اشک میں
دریا سمٹ کے آگیا پیاسے کی مشک میں

(۵۸)

ساحل متاعِ دیدۂ تر دیکھتا رہا
ضبطِ عطش ، وفا کا اثر دیکھتا رہا
مرکب بھی منھ پھرا کے نظر دیکھتا رہا
حیرت سے روئے تشنہ جگر دیکھتا رہا
دریا سے منھ کو پھیر کے یادِ امامؑ میں
اک ڈھیل دی جری نے فرس کی لجام میں

(۵۹)

سوکھے نہ حلق پیاس سے ، شاداب ہو فرس
مضطر نہ مثلِ ماہئی بے آب ہو فرس
گرمی میں تشنگی سے نہ بیتاب ہو فرس
مقصود تھا کہ نہر سے سیراب ہو فرس
پیاسا ہے تین روز سے مرکب بھی دشت میں
پانی پلا دے اسپ کو دریا کے طشت میں

(۶۰)

پھر فاتحِ فرات بہ اندازِ حیدری
مشکیزہ لے کے نکلا بہ شانِ غضنفری
رندِ ولا پکارے کہ اے ساقیٔ جری
ہم بھی ہیں تشنہ ہم کو بھی صہبائے کوثری
مشکِ مئے ولا کا دہن ہم پہ کھول دے
دل کے لہو میں پگھلی ہوئی آگ گھول دے

(۶۱)

ہم بھی غلامِ ساقیٔ کوثر ہیں اے جری
رکھتے ہیں ہم بھی دل میں وہی جذبِ قنبری
ہم بھی ہے تشنگانِ مئے عشقِ حیدری
مجلس میں اپنی بانٹ دے صہبائے کوثری
سقائے کربلا تری ساقی گری رہے
یہ تیری مشک حشر کے دن تک بھری رہے

(۶۲)

مشکیزۂ سکینہ تشنہ جگر کا آب
پانی نہیں ہے خونِ رگِ دل کی ہے شراب
اس آب میں ہے فکرِ شعورِ ابوترابؑ
ہر بوند میں سموئی ہے اللہ کی کتاب
جو مئے ہے تیرے پاس نہیں سلسبیل میں
قرآن کا نچوڑ ہے تیری سبیل میں

(۶۳)

ساقی یہ آب ، ساغرِ عشقِ وفا میں دے
تو ہے سخی پیالۂ جود و سخا میں دے
پیمانۂ ولائے شہ کربلا میں دے
پیاسوں کو آبخورۂ خاکِ شفا میں دے
بادہ کشوں کو بزمِ شہ تشنہ کام کے
ساغر عطا ہوں آج بہترؑ کے نام کے

(۶۴)

تسنیم و سلسبیل کا ساقیٔ دلربا
سقائے اہلبیتؑ شہنشاہِ دوسرا
مینا بدوش ساقیٔ صحرائے کربلا
ہے تیرے میکشوں کی یہ اللہ سے دعا
جائے یہ آب بنتِ شہِ مشرقین تک
یا رب یہ مشک پہنچے خیامِ حسینؑ تک

(۶۵)

پھر فوجِ کیں سمٹ کے جمانے لگی پرے
اس قصد سے کہ جانِ علیؑ پر جفا کرے
دھاروں پہ دھار خنجر و شمشیر پر دھرے
سینوں میں اپنے کینہ و بغض و حسد بھرے
مشکیزہ چھید دے یہ ارادہ کئے ہوئے
شمشیر و گرز و ناوک و خنجر لئے ہوئے

(۶۶)

اے فاتحِ فرات ذرا اور تیز گام
کرنے لگے ہیں اہلِ ستم سے پھر اژدھام
ہیں تیرے انتظار میں طفلانِ تشنہ کام
یہ آس ہے کہ بھرنے ہی والے ہیں خشک جام
بچوں میں آگئے ہیں شہ مشرقین بھی
رن میں علم کو دیکھ رہے ہیں حسینؑ بھی

(۶۷)

انبوہِ سرکشان و ہجومِ ستم گراں
یہ دشمنانِ عترتِ پیغمبرؐ زماں
یہ وحشیوں کا غول گروہِ جفا کناں
یہ کثرتِ سپاہِ بنِ سعد، الاماں
جب رن میں تیغ زن شہِ صفدر کا شیر ہو
ایسا نہ ہو کہ جنگ میں کچھ اور دیر ہو

(۶۸)

پھر آئے کھینچتے ہوئے تیغیں ستم شعار
پیدل کسی طرف سے کسی سمت سے سوار
مصروفِ جنگ پھر ہوا سرورؑ کا جاں نثار
پھر جگمگائی جنگ میں حیدرؑ کی ذوالفقار
پھر ابنِ بوتراب کے ماتھے پہ بل پڑا
پھر تیغ سے لہو کا سمندر ابل پڑا

(۶۹)

روکے ہوئے تھے راہ دلاور کی بدسیر
باندھے ہوئے صفوں کو جفاکار و فتنہ گر
لشکر کا دائرہ وہ حصارِ سپاہِ شر
چلتے ہوئے وہ تیر برستے ہوئے تبر
مشکیزہ و علم کی حفاظت کئے ہوئے
شیرِ جری تھا رن میں قیامت کئے ہوئے

(۷۰)

پیکان و تیغ و گرز و سناں ، خنجر و تبر
وہ گوپھنوں سے سنگ کی بارش کہ الحذر
بیٹھے ہوئے درختوں کی شاخوں پہ فتنہ گر
ناوک لگا رہے تھے بہادر کی مشک پر
مقصود تھا کہ مشکِ دلاور کو چھید دیں
نورِ نگاہِ ساقیٔ کوثر کو چھید دیں

(۷۱)

گرمی ہے تشنگی ہے جری کی لڑائی ہے
زخمی کسی کا سر ہے کسی کی کلائی ہے
ٹھوکر کسی کے ، تیغ کسی کے لگائی ہے
بے دم ہے تن کہ جان کسی نے گنوائی ہے
خوفِ جری سے رنگِ رخِ فوج زرد ہے
حیدرؑ کا لال رن میں طلب گارِ مرد ہے

(۷۲)

عزمِ جواں ہے نصرتِ شاہؑ انام ہے
دل میں ہے یاد ، لب پہ ثنائے امامؑ ہے
یہ پیکرِ جمالِ وفا کا مقام ہے
مشکیزہ دوش پر ہے مگر تشنہ کام ہے
چشمِ وفا کے اشکِ رواں میں فرات ہے
یہ تشنگی بھی ساغرِ آبِ حیات ہے

(۷۳)

دشمن کی گھات گھات سے ہشیار اے جری
غدار و حیلہ گر ہیں جفا کار اے جری
میرِ سپاہِ شام ہے عیار اے جری
مشکیزہ و علم سے خبر دار اے جری
صدر و جبین و زانو و پہلو بچا کے چل
اے شیر ضربِ تیغ سے بازو بچا کے چل

(۷۴)

بزدل سہی کثیر مگر ہے سپاہِ شر
دشمن کی تیرے شانہ و بازو پہ ہے نظر
زد میں ہے تیری مشک ترا سینہ و جگر
بیٹھا ہے تیر حرملہ چلہ میں جوڑ کر
یہ فتنہ گر وفا کی نشانی مٹا نہ دے
پانی میں خون ، خون میں پانی ملا نہ دے

(۷۵)

طفلانِ تشنہ کام کی حالت تباہ ہے
افسردہ رن میں سبطِ رسالتؐ پناہ ہے
پیاسوں کو تیرے مشک کے پانی کی چاہ ہے
تیری ہی سمت سرور دیں کی نگاہ ہے
یہ فاصلہ گراں ہے تردد ہے شاہ کو
طے کر لے جتنا جلد ہو خیمہ کی راہ کو

(۷۶)

دشمن قریب ہے کہیں بازو جدا نہ ہو
ماتھے کا خون سرمۂ چشمِ وفا نہ ہو
زخموں سے چور لختِ دلِ مرتضیٰ نہ ہو
محرومِ آب بنتِ شہؑ کربلا نہ ہو
کوئی کمان و تیر ہے کوئی سناں لئے
قاتل کھڑے ہیں آڑ میں گرزِ گراں لئے

(۷۷)

وہ حرملہ کا تیر چلا مشک کی طرف
لرزہ بشر کا طرۂ تاجِ سرِ شرف
پیکانِ ظلم سے ہوئی مشکِ جری ہدف
تربت میں تھرتھرا گیا قلبِ شہِ نجف
تیغِ ستم کے وار سے بازو جدا ہوا
بے دست رن میں بازوئے شیرِ خدا ہوا

(۷۸)

پرچم گرا رسولؐ زمن کا غضب ہوا
شہؑ کی نظر میں دن کا اجالا بھی شب ہوا
گرزِ گراں سے چور شہِ تشنہ لب ہوا
کشتہ چراغِ دیدۂ شاہِؐ عرب ہوا
سر کے لہو میں غرق بنِ بوترابؑ ہے
کاغذ کے پیرہن میں خدا کی کتاب ہے

(۷۹)

آواز دی حسینؑ کو قرباں ہوا غلام
میری بہن سے کہیئے مرا آخری سلام
پانی نہ لا سکا پئے طفلانِ تشنہ کام
مجحوب ہوں سکینہؑ سے اے سرورِ انام
بچوں کو منھ دکھانے کے قابل نہیں رہا
''حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا''

(۸۰)

سن کر صدا حسینؑ نے تھاما دل و جگر
بارِ الم نے توڑ دی شبیرؑ کی کمر
دریا کی سمت یوں چلا مولائے بحر و بر
گم ہو گئی ہو جیسے اندھیرے میں رہگذر
بولے کہاں سے لاؤں چراغِ نظر کو میں
عباسؑ تم کو ڈھونڈھنے جاؤں کدھر کو میں

(۸۱)

ہر موڑ پر وفا کا نشانِ قدم ملا
بازو کہیں ملے، کہیں مشک و علم ملا
غرقابِ خونِ سر بنِ میرِ حرم ملا
بالیں پہ شاہؑ آئے تو ہونٹوں پہ دم ملا
بولے کہ بخت، دردِ جگر کو بڑھا گیا
عباسؑ جس کو تم نے پکارا تھا آگیا

(۸۲)

کیوں کر ہوئی سپہ سے لڑائی بتایئے
بازو پہ کس نے تیغ لگائی بتایئے
کیوں آگئی پسند ترائی بتایئے
دل کی مراد بھائی سے بھائی بتایئے
آنکھیں ذرا تو کھولیئے بیتاب ہے حسینؑ
اے تشنہ کام ماہیِ بے آب ہے حسینؑ

(۸۳)

زخموں سے چور چور تھا حیدرؑ کا نورِ عین
اشکوں سے زخم دھونے لگے شاہِؑ مشرقین
باہوں میں لے کے فرقِ بن فاتحِ حنین
آنکھوں سے صاف کرنے لگے خونِ سرِ حسینؑ
باہیں ملیں جو رن میں شہؑ مشرقین کی
عباسؑ دیکھنے لگے صورت حسینؑ کی

(۸۴)

اے رہنمائے جادۂ عرفان و جستجو
اے درسگاہِ مسلکِ وحدت کی آبرو
تجھ سے ہے لالہ زارِ شہادت میں رنگ و بو
بولے حسینؑ ہے یہ مرے دل کی آرزو
آقا نہ شاہ وقتِ جدائی کہو مجھے
عباسؑ ایک بار ہی بھائی کہو مجھے

(۸۵)

بھائی کہا تو فرطِ محبت سے رو دیا
بولا کہ جانتا ہوں شہِ دیں کا مرتبہ
مولا مرا امامؑ ہے ساری خدائی کا
اک ذرۂ حقیر کو نسبت قمر سے کیا
شہؑ بولے تو ضمانتِ حق العباد ہے
شہرِ وفا و عشق کا باب المراد ہے

(۸۶)

بولا ادب سے سرورؑ عالی سے دل حزیں
دریا سے میری لاش نہ لے جائیں شاہِؑ دیں
ہے پارہ پارہ جسم و سر و سینہ و جبیں
ہے چاک چاک جیب و گریبان و آستیں
آئے گی مجھ کو زینبؑ و کلثومؑ سے حیا
تشنہ جگر سکینۂ معصومؑ سے حیا

(۸۷)

چپ ہو گیا یہ کہہ کے علمدارِ کربلا
عکسِ حسینؑ آئینہ رخسارِ کربلا
سقّائے آل ، یوسفِ بازار کربلا
وہ نقدِ جاں فروشِ خریدار کربلا
نقشِ وفا ترائی میں جاوید ہو گیا
ضیغم ہوائے دامنِ ساحل میں سو گیا

(۸۸)

فرطِ الم سے اشک بہائے ہوئے حسینؑ
سر کو ملال وغم سے جھکائے ہوئے حسینؑ
معراجِ عرشِ صبر کی پائے ہوئے حسینؑ
ہاتھوں سے دردِ دل کو دبائے ہوئے حسینؑ
اٹھے جوان بھائی کی بالیں سے اس طرح
اٹھتی ہے ٹیس سینۂ زخمی سے جس طرح

(۸۹)

دریا سے شاہ پرچمِ عباسؑ لے گئے
دل میں خراشِ ریزۂ الماس لے گئے
اک اور داغِ سینۂ احساس لے گئے
مشکیزۂ جری میں گھٹی پیاس لے گئے
سقائے اہلبیتؑ نبیؐ کی جدائی کا
پرسہ دیا حسینؑ کو زینبؑ نے بھائی کا

(۹۰)

بولی سکینہؑ ہو گئے مجھ سے چچا خفا
یہ جانتی تو پیاس کا کرتی نہ میں گلا
مشکیزہ میرا آپ نے بھیجا ہے کیوں چچا
بتلایئے کہ مجھ سے ہوئی کون سی خطا
صحرا میں دیکھئے شہؑ والا اداس ہیں
آ جایئے کہ دیر سے بابا اداس ہیں

(۹۱)

کلثومؑ نے کہا میرا بھائی کدھر گیا
بولیں ربابؑ ہائے علمدارؑ کربلا
زینبؑ پکاری اے مرے عباس باوفا
عابدؑ نے آنکھ کھول کے فرمایا اے چچا
بازو تھے آپ رن میں شہ مشرقین کا
اب کون ہے علم جو اٹھائے حسینؑ کا

(۹۲)

بولے حسینؑ اے مرے غم خوار الوداع
اے یادگارِ جعفرِ طیارؑ الوداع
اے ورثہ دارِ حیدرِ کرارؑ الوداع
اے میرے جاں نثار علمدارؑ الوداع
باقی جو حوصلہ تھا میرا پست کر دیا
عباسؑ کی جدائی نے بے دست کر دیا

(۹۳)

زینبؑ نے شہ سے لے لیا مشکیزہ وعلم
بولی تری دہائی ہے اے ربِّ ذوالکرم
خیمے میں سر کو پیٹ کے رونے لگے حرم
شورِ فغاں سے کانپ گیا قلبِ دشتِ غم
یہ مجلس عزا تھی علمدارِ شاہؑ کی
جنت سے آرہی تھی صدا آہ آہ کی

(۹۴)

قلب و جگر میں شعلہ فشاں آتشِ الم
وہ تشنگی وہ درد وہ ماتم وہ اشکِ غم
بکھرے ہوئے وہ بال وہ بنت شہِؐ امم
یوں پہلی بار اٹھتا ہے عباسؑ کا علم
بچھڑا ہے بھائی دشت میں خواہر کے ساتھ سے
ماتم کی ابتدا ہوئی زینبؑ کے ہاتھ سے

(بقیہ صفحہ ۱۴ ---------------------- پر)

(صفحہ ۳۸ کا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''مذہب کیا اقتصادی ماحول کا نتیجہ ہے'')

جرمنی کی وزارت خارجہ میں مشرقی ملکوں کے مسائل کی ایک ذمہ دار شخصیت نے فلسطین کے مفتی اعظم سے گفتگو کے ضمن میں صاف کہہ دیا تھا:

''یورپین قوموں کا عقیدہ ہے کہ ان کے لئے کمیونزم سے زیادہ اسلام خطرناک ہے۔ لوگوں کی سطح زندگی بلند کر کے انہیں خوش حال بنا کر، ان میں سیاسی عدل وانصاف پیدا کر کے انہیں اس قابل بنا کر کہ وہ اطمینان سے اپنے ضروریات زندگی پوری کر سکیں کمیونزم کے خطرے سے ان کو بچایا جاسکتا ہے، لیکن اسلام سے یورپ کے سمجھدار باشندے بہت ڈرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ فاسد تمدن اور تہذیب نے ان کے ڈھانچہ کو بالکل بوسیدہ کر ڈالا ہے۔ ان کی روحانیت اور ان کے اخلاقیات کو کمزور بنا دیا ہے۔ اسلام ایک باغیانہ عقیدے کا نام ہے اسلام ایک صحیح اور تندرست تمدن کا نام ہے۔ اسلام، یعنی اخلاق اور روحانیت کا ایک مکمل دستور العمل یورپ کی بااقتدار حکومتیں اس سے ڈرتی اور بہت ڈرتی ہیں کہ جب شمالی افریقہ متحد ہوکر آزادی حاصل کر لے گا تو قدرتی طور پر دنیا میں اس کی ایک اہم اور باوقعت جگہ بن جائے گی۔ (روزنامہ ''تجدد ایران'')

یہ صریحی اعتراف ان لوگوں کا دندان شکن جواب ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام مغربی سرمایہ داری کا آلہ کار ہے۔ ظالم طاقتور عناصر اور کمزور طبقہ کے درمیان جو لڑائی چھڑی ہوئی ہے اس میں کمزوروں کا سراسر سلام کے ہتھوڑے سے کچلا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نہ سرمایہ داری کا مددگار رہے اور نہ کمیونزم کا۔ وہ ان دونوں سے بیک وقت برسر پیکار ہے۔ اسی لئے جس طرح ظالم سرمایہ دار اس سے خائف ہیں اسی طرح انتہا پسند کمیونسٹ۔ ایک طرف کارل مارکس نے اعلان کیا کہ مذہب سماج کے لئے افیون کی حیثیت رکھتا ہے۔ روسی دائرۃ المعارف مذہب کو ان لوگوں کا ساختہ و پرداختہ قرار دیتا ہے جن کا کام ہے کمزوروں کا خون چوسنا، مزدوروں کی ضرورت اور مجبوری سے غلط فائدہ اٹھانا۔ دوسری طرف جرمنی کے ایک روزنامہ کا مضمون نگار لکھتا ہے کہ سامراجی ذہنیت کے عناصر اسلام کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟:-

''یہ صحیح ہے کہ اسلام اور تنہا اسلام افریقہ کی قوموں کو کمیونزم کے خطرے سے بچاتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا ان قوموں کے درمیان پھیلنا اور ترقی کرنا ہر کسی دوسرے خطرے سے زیادہ بڑا خطرہ ہے''۔ (ماہنامہ ''المسلمون'' جلد ۷ شمارہ ۶۵) ❁❁❁